سلسلہ

خطباتِ کمالیہ نمبر ۴

معرفتِ الٰہیہ

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

مرتب

حافظ مولوی ودود الرحمٰن مقصود

Khutbat e Kamalia

Marifat e Ilahiya

www.silsilaekamaliya.com

معرفتِ الٰہیہ

السلام علیکم

نحمدهُ ونصلی علیٰ رسو لہ الکر یم بعد الحمد و الصلوٰ ۃ أعو ذ با الله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم أنظر و اِلیٰ آثا ر ر حمۃ الله وقا ل أن الله یفعل ما یشا ء وقا ل فعا ل لما یر ید وقا ل تعا لیٰ و لله الأسما ء الحسنیٰ فادعو ہ بھا وقا ل تعا لیٰ و یحذ ر کم الله نفسہ۔ صد ق الله العظیم

محترم بزرگو اور عزیز ساتھیو قرآن مجید کے چار متفرق مقامات سے ان حصوں کا انتخاب ہوا ہے جو اللہ کی معرفت اور اس کی پہچان کے لئے اور سمجھنے سمجھانے کے لئے پڑھی جاتی ہے تخلیق انسانی کی غرض وغایت اللہ کی عبادت اور اس کی معرفت ہے اور اس درجہ توحید کا علم ضروری ہے وہ درجہ جس کے بغیر ایک انسان جہنم سے چھٹکارا نہیں حاصل کر سکتا وہ توحید، توحید فی الالوہیت اور توحید فی المعبودیت ہے جس کا سیکھنا فرض ہوتا ہے اور جس کا جاننا لازم ہوتا ہے اس کے بغیر ایک مومن جی نہیں سکتا اور ایک مسلمان اپنی اپنے اس عقیدے کو تبدیل نہیں کر سکتا یا اس عقیدے میں کوئی جھول اور اضمحلال نہیں رکھتا وہ درجہ ہے توحید فی المعبودیت کا اس کو ہم کس طریقے سے پہچانیں اس کی آسان اور سادہ سی ترتیب ہے۔

چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں

اور وہ ترتیب یہ ہے اس کائنات میں دو چیزیں ہیں ایک ہے اللہ جل جلالہ کی ذات مقدس اور دوسرے ہے غیر اللہ، اللہ کے علاوہ، اللہ پاک نے جو کچھ پیدا فرمایا اس کو کبھی ماسوا اللہ کہتے ہیں کبھی غیر اللہ کبھی اللہ کے علاوہ کہتے ہیں مختلف الفاظ سے اس کی تعبیر ہوتی ہے لیکن ہے ایک ہی بات اللہ کو پہچاننے کے لئے غیر اللہ کو پہچاننا پڑتا ہے یعنی یہ کہ اللہ کو پہچاننے کے لئے بندے کو پہچاننا پڑتا ہے اس کو آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں اپنے کو اگر میں پہچان سکتا ہوں تو اللہ کی ذات مبارک کو بھی بقدر گنجائش پہچان سکتا ہوں اگر اپنے کو ہم نہیں پہچان سکتے تو پھر اللہ کی معرفت اس دنیا میں نہیں ہو سکتی اللہ کے عرفان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علوم ومراتب کے منکشف ہونے کے لئے پہچان ضروری ہوتی ہے چاہے کسی کو بھی پہچاننا ہو اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں پہچان کے لئے ضد کو رکھا ہے مخالف سمت والی چیز کو رکھا ہے عربی کا مقولہ ہے "تعر ف الا شیا ء با ضدا د ھا " چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں جیسے آپ کو ٹھنڈک کی پہچان ہونا ہے تو گرمی کا عرفان ضروری ہے گرم کو پہچانے تو ٹھنڈا کیا ہے سمجھ میں آتا ہے ایسے ہی موٹے کو پہچانے تو دبلا کیا ہے سمجھ میں آتا ہے سخت کو پہچانے تو نرم کیا ہے سمجھ میں آتا ہے اسی طریقے سے دن کو پہچانے تو رات کا عرفان ہوتا ہے میٹھے کو پہچاننا ہے تو کڑوے کی معرفت ضروری ہے جب تک کہ میٹھے کو نہیں پہچانیں گے تب تک کڑوے کا تعارف مشکل ہوتا ہے اسی طریقے سے سیکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں اور آپ

حضرات تو سمجھدار ہیں اتنی زیادہ مثالوں کی بھی ضرورت نہیں ہے پھول کو پہچاننے کے لئے کانٹے کو بھی پہچاننا پڑتا ہے کانٹے کو اگر ہم پہچانیں تو پھول بھی پہچانا جاتا ہے۔

اسی طریقے سے اللہ جل جلالہ نے اس دنیا کے تکوینی نظام میں اپنی ضد والی چیزیں رکھی ہیں یہاں تک کہ ہدایت کو پہچاننے کے لئے اللہ نے گمراہی کی شکلیں بھی رکھدیں حالانکہ اللہ تعالی گمراہی سے راضی نہیں اگر کوئی انسان بے ایمانی جھوٹ بول رہا ہے چوری کر رہا ہے اور حرام کام کر رہا ہے اس طریقے کے مختلف حرام کام کر رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس طریقے کے حرام کاموں سے راضی نہیں ہوتے اللہ تعالی کی ناپسندیدہ چیزیں ہوتی ہیں وہ لیکن اس دنیا میں تکوینی نظام کے تحت اللہ کی سنت اصلیہ اور ان کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ جب تک کے عالم باقی ہے اس وقت تک اللہ نے چیزوں کی ضد رکھی ہے تاکہ چیزوں کی معرفت رہے اسی لئے ہمیشہ سے ہدایت کے مقابلہ پر ضلالت اور گمراہی رہی ہے ہدایت ضلالت ایمان بے ایمانی سچائی منافقت استقامت تزلزل سنت بدعت اسی طرح ایمان کفر توحید شرک اس طریقہ سے اضداد رکھی گئی ہے اس دنیا میں اسی لئے حضرت آدمؑ کو جس وقت پیدا کیا گیا اور جنت میں رکھا گیا بہت آرام سے تھے لیکن عرفانِ آدمؑ کے انکشاف کے لئے اور مخلوقات کے ذریعہ سے خالقِ کائنات کا تعارف ہونے کے لئے اور اللہ کی ذات وصفات کی پہچان کے لئے اللہ پاک نے اپنی مشیت اور حکمت سے شیطان کو وجود بخش دیا، یہ ہے اصل وہ حکمت جو دنیا کے اندر رکھی گئی ہے آدمی سوال کرتا ہے کہ صاحب اس میں کیا حکمت ہے اس میں کیا حکمت ہے شیطان ہی نہ رہتا نہ رہتا بانس اور نہ بجتی بانسری قصہ ہی ختم ہو جاتا تو یہ تعرف الاشیاء باضدادھا کی حکمتِ بالغہ اللہ جل جلالہ کی ہے جو ابتدائے آفرینش سے ہے اور تا قیام قیامت رہے گی یہ اللہ تعالی کا حکمت والا تکوینی نظام ہے۔

تکوینی نظام کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم چاہیں نہ چاہیں وہ چیز موجود رہتی ہے اور وہ تکوینی نظام اللہ کا خود ہماری اپنی ذات میں بھی ہے انہیں کی طرف سے قائم کردہ ہے اور تکوینی نظام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے جس چیز کو جس کام کے لئے بنایا ہے وہ چیز وہی کام کرتی ہے دوسرا کام نہیں کرتی ہے جیسے چاند سورج اور ستاروں کو اللہ نے جس کام کے لئے بنایا آسمان وزمین کو اللہ نے جس کام کے لئے بنایا، "ہوا" کو اللہ نے جس کام کے لئے بنایا، آگ کو اللہ نے جس کام کے لئے بنایا اس طریقہ سے اللہ نے جس چیز کو جس کام کے لئے بنایا ہے وہ چیز وہی کرتی ہے، پہاڑوں کو جھاڑوں کو درختوں کو حیوانات کو یہ ساری چیزیں بس وہی کام کرتی ہیں جس کام کے لئے اللہ نے وہ چیزیں بنائی ہیں الاّ یہ کہ اللہ اپنی خاص مشیت وقدرت کو بتلانے کے لئے کسی چیز سے کوئی دوسرا کام لیں مگر عمومی جو قاعدہ ہے وہ یہ ہیکہ جس چیز کو جس کام کے لئے بنایا جاتا ہے وہ چیز وہی کام کرتی ہے اور اس تکوینی نظام کے نمونے اللہ نے ہمارے اندر بھی رکھے ہیں مثلاً آنکھ کا کام دیکھنا ہے اور پاؤں کا کام چلنا ہے تو جو کام آنکھوں کا ہے وہ کام پاؤں نہیں کرتے اور جو کام پاؤں کا ہے وہ کام آنکھ نہیں کرتی اور جو کام جگر کا ہے وہ کام آنکھ نہیں کرتی اور جو کام زبان کا ہے وہ کام کان کا نہیں اور کان سے جو کام ہوتے ہیں وہ کام زبان سے نہیں ہوتے غرض یہ کہ جو چیز اللہ نے ہمارے اندر رکھی ہے اس میں اللہ کا ایک بہت بڑا تکوینی نظام ہے یعنی یہ کہ اللہ نے جو چیز کو جس کام کے لئے بنایا ہے وہ چیز وہی کام کرتی ہے کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتی

اس لحاظ سے کائنات کا ہر ذرّہ اللہ کا فرمانبردار ہے "ولہ أسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعاً اوکرھاً" چاہے تم پسند کرو یا ناپسند کرو سب کے سب اس کے تابع فرمان ہے اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتے اس کو اللہ کا تکوینی نظام کہتے ہیں۔

تشریعی نظام کا مطلب کیا ہے؟

اس کے ساتھ ایک دوسرا نظام ہے اس نظام کو تشریعی نظام کہتے ہیں تشریعی نظام کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے بالخصوص انسان اور جنات کو ایسی صلاحیتیں عطا فرمائیں ہیں کہ جس کے اندر ایسا مادہ ایسی صلاحیت اور ایسی استعداد موجود ہے کہ وہ کسی چیز کے کرنے اور نہ کرنے میں ایک حد تک اختیار رکھتا ہے جیسے مثال کے طور پر آپ میں سے بہت سے لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں لیکن ان کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ مجھے نہ دیکھیں بلکہ وہ اپنا سر نیچے رکھیں اپنے گریبان پر نظر رکھیں ان کو اس بات کا اختیار ہے چاہے تو بیٹھیں چاہے تو جائیں چاہے تو بات سنیں چاہے تو نہ سنیں اختیار ہے نابھائی اس کو کہتے ہیں وہ حدود جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے کچھ سکت اور قوت اور استعداد عطا فرمائی ہے جس سے کسی کام کے کرنے نہ کرنے کے درمیان میں رہتا ہے کچھ بول سکتا ہے اور کچھ نہیں بول سکتا آپ گالی بھی دے سکتے ہیں اور قرآن بھی پڑھ سکتے ہیں کر سکنے کے لحاظ سے گالی دینا ہے یہ نہیں کہہ رہاہوں کہنا یہ ہے کہ زبان اتنی سکت ہے کہ آپ گالی دے سکتے ہیں زبان کو کچھ استعمال کرنا کچھ نہیں کرنا، آپ چاہیں تو گانا سنیں چاہیں تو قرآن وحدیث کی بات سنیں اتنا تو اختیار ہے ہر آدمی کو چاہے وہ کتنے ہی محدود درجہ کا اور عارضی ہی سہی لیکن ہے تو آدمی اپنے اختیاری حدود سے کچھ کر سکتا ہے کچھ نہیں اور عام طور پر یہ شبہ بھی رہتا ہے لوگوں کے ذہنوں میں کہ صاحب ٹھیک ہے کر تو سکتا ہے اور آپ بتا سکتے ہیں کہ کس حد تک کر سکتا ہے اور کس حد تک نہیں کر سکتا؟ اصل میں یہ سوال پہنچتا ہے تقدیری اعتبار میں جہاں انسان کے مختار اور مجبور ہونے کی بحث چھڑتی ہے اور آدمی پوچھتا ہے کہ صاحب آدمی مختار ہے یا مجبور ہے؟ ہمارے پاس مسلک یہ ہے نہ مجبور بندہ نہ مختار ہے میانہ پنایاں سزاوار ہے ایک صاحب آئے کہنے لگے کہ حضرت ایک انسان کس حد تک مجبور اور کس حد تک مختار ہے یہاں پر کچھ آراء کا اختلاف ہو گیا تھا اور کچھ مسالک وجود میں آگئے تھے بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ انسان سب کچھ کر سکتا ہے جو چاہے کر سکتا ہے نتیجہ اس کا یہ ہوا غلط روش اور غلط فکر کی بنیاد پر ایک فرقہ ہی وجود میں آگیا اس کو فرقۂ قدریہّ کہتے ہے "قدری"، "قادری" دونوں جملے الگ الگ ہیں قدریّہ فرقہ وجود میں آیا یعنی آدمی مختار ہے جو چاہے کر سکتا ہے ایک اور فرقہ وجود میں آیا کہنے لگا کہ نہیں نہیں اس کے اندر کچھ بھی اختیار نہیں انتہائی جبر محض کے خانہ میں ڈالدیا اور مجبور محض کے خانہ میں ڈالدیا اور کہا کہ انسان مجبور مطلق ہے کچھ نہیں کر سکتا ایسا فرقہ جو وجود میں آیا تھا صدیوں پہلے اس کو جبریّہ کہتے ہے اختیار کے اندر کلی طور پر اقرار کرانے والا فرقہ قدریّہ ہے اور جبری اعتبارات پیشِ نظر رکھ کر جبریّہ فرقہ وجود میں آیا تھا دونوں کے دونوں گمراہ تھے۔

بندہ مختار ہے یا مجبور ہے؟

اسی طریقہ سے ایک صاحب نے غالباً حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضرت بندہ مختار ہے یا مجبور ہے (کوئی اور صحابی بھی ہو سکتے ہیں) آپ نے سوچا کہ اس کو کیسے سمجھائیں کون سی آیت کون سی حدیث پیش کریں کون سا ارشاد پیش کریں موقع کی نزاکت سے قرآن اور حدیث یا افہام و تفہیم اور فلسفہ اور کلام یہ ساری باتیں کہاں سمجھ سکتا ہے آدمی اس موقع کو سمجھ کر انہوں نے اس سے کہا کہ آپ کھڑے ہو جاؤ وہ کھڑے ہو گئے پھر آپ نے کہا کہ تم جن دو پیروں پر کھڑے ہوئے ہو اس میں سے ایک پاؤں اٹھا لو وہ اپنا ایک پاؤں اٹھا کر کھڑے ہو گئے تو پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اس کو ایسے ہی رکھو دوسرا اٹھاؤ تو وہ کہنے لگے کہ حضرت وہ دوسرا پاؤں اٹھاؤں گا تو گر جاؤں گا تو فرمایا جس حد تک اٹھایا ہے اس حد تک اختیار ہے جہاں تو جبری اعتبار کو پیشِ نظر رکھ رہا ہے مجبور ہے تو کر نہیں سکتا، ایک حد ہے جہاں تک تم اپنی سکت کے اعتبار سے کر سکتے ہو اس کے بعد تمہاری طاقتیں جواب دیتی ہیں وہ جبر کا اعتبار ہے اسی لئے نہ مجبور بندہ نہ مختار ہے میانہ پنا یاں سزاوار ہے تقدیر کا اعتبار ایسے ہی جبر و اختیار کے مسائل نازک مسائل کہلاتے ہیں سب کے پاس اگرچہ اس کا سمجھنا سمجھانا بہت زیادہ مشکل نہیں ہوتا لیکن اس کے لئے کچھ فکر اور عمل کے دائرے چاہیے تو یہ ساری چیزیں سمجھنی آسان ہو جاتی ہے۔

تشریعی نظام کا تقاضہ کیا ہے؟

تو میں در حقیقت آپ سے یہ عرض کر رہا تھا ایک ہے نظام تکوینی اللہ کا اور ایک نظام تشریعی اللہ کا تشریعی نظام میں بالخصوص اللہ پاک انسانوں سے یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے دائرۂ اختیار سے جتنی چیزیں کر رہے ہو اور اپنی پسند سے جو کچھ کر رہے ہو اپنی پسند سے دیکھنا اپنی پسند سے رہنا اور اپنی پسند سے سونگھنا اپنی پسند سے بولنا اپنی پسند سے گرفت کرنا اپنی پسند سے چلنا اور اپنی پسند کا لباس اور اپنی پسند کا مکان اپنی پسند کا کھانا پینا اور اپنی پسند کے کام اپنی پسند کے دیگر معاہدات و معاملات جو کچھ تم کر رہے ہو اپنی پسند سے اور نظامِ تشریعی کا مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنی پسند کو چھوڑو اور اللہ کی پسند کو قبول کر لو یہ ہے اسلام اپنی پسند کو چھوڑ کر اللہ کی پسند کے نظام کو قبول کرنے کا نام اسلام ہے اب میں اس آنکھ سے وہ نہیں دیکھوں گا جو میرا جی چاہے بلکہ وہ چیز دیکھوں گا جس کو دیکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اس زبان کو میں جیسے چاہے ویسے استعمال نہیں کروں گا صرف ان جگہوں پر استعمال کروں گا جن حدود کے ساتھ مجھے استعمال اور تکلم کا حق اختیار اور جواز دیا گیا ہے سر کے اوپر بال اپنی پسند کے نہیں اپنا چہرہ اپنی پسند کا نہیں اپنا لباس اپنی پسند کا نہیں اپنی وضع قطع اپنی پسند کی نہیں اپنا مکان اپنی پسند کا نہیں اپنے کاروبار اپنی پسند کے نہیں یہ ساری اپنی پسندیدہ چیزوں کو چھوڑ کر اللہ کی پسندیدہ چیزوں کو اختیار کرنا ہے اس کا نام اسلام ہے، اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ پاک کی ذات مبارک غیب میں ہے وہ وراء الوراء ہے وہ مکنون المکنون ہے وہ تو بطون البطون ہے وہ تو خفاء الخفاء ہے وہ تو قدم القدم ہے وہ تو نہایۃ النہایات ہے اس ذات کی طرف تو اشارہ کرنا بھی صحیح بات نہیں ہے مختوم الاشارات ذات کہا جاتا ہے وہ ذات کی پسند ہم کو کیسے معلوم ہو گی وہ نہ ہم کو نظر آتی ہے نہ ہم ان سے راست سن سکتے ہیں تو ہم ان کی پسند کو کیسے سمجھیں۔

محمد الرسول اللہ ﷺ

تو اس کے لئے میرے دوستو تمام علماء صلحاء اولیاء شہداء صدیقین سب نے ایک ہی بات کہی ہے فرمایا کہ اللہ کی پسند کا دوسرا نام محمد الرسول اللہ ﷺ ہے، ہاں اللہ کی پسند کا دوسرا نام محمد الرسول اللہ ﷺ ہے اب اللہ کو نبی کی نظر پسند، نبی کی گفتگو پسند، نبی کی قوت شامہ پسند، نبی کی قوت عقل پسند، ان کی چاہت پسند، نبی کی گرفت اللہ کو پسند، نبی کا چلن اللہ کو پسند، نبی کا کھانا اللہ کو پسند، نبی کا ازدواجی زندگی بسر کرنا اللہ کو پسند، نبی کا آنا پسند، نبی کا جانا پسند، بلکہ اللہ نے کہدیا کہ اگر راست میری محبت کے دعوید ار ہیں تو اس بات کی شرط ہو گی کہ میری پسند جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کرو، قل ان کنتم تحبون اللہ فا تبعو نی یحببکم اللہ اللہ کے نبی ﷺ نے پسند کے سارے اعمال بتائے اور ان اعمال سے پہلے ایک فکر دی اور وہ یہ ہے۔

ایک ہے اللہ، باقی ہے غیر اللہ، زمین ہو چاند ہو سورج ہو ستارے ہوں عرش ہو فرش ہو جبرئیل ہوں عزرئیل ہوں میکائیل ہوں اسرافیل ہوں انبیاءؑ ہوں کہ اولیاء جنت ہو کہ جہنم وہ قابلِ عظمت ہو سکتے ہیں درجہ بدرجہ قابلِ محبت ہو سکتے ہیں درجہ بدرجہ قابلِ اطاعت ہو سکتے ہیں درجہ بدرجہ لیکن لائق عبادت نہیں ہو سکتے کسی بھی درجہ میں یہ پیغام سنایا اپنی پسند جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کو اور اللہ کے نبی سید الانبیاء حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ نے وہی پیغام انسانوں کو سنایا فرمایا کہ اللہ کی پسند یہ ہے کہ وہ صرف اپنی عبادت کو پسند فرماتا ہے اللہ کے غیر کو رکوع کیا جائے اللہ کو یہ بات پسند نہیں اللہ کے غیر کو سجدہ کیا جائے اللہ کو یہ بات پسند نہیں اللہ کے غیر کی نذر و منت مانی جائے اللہ کو یہ بات نہیں نذر و منت مان سکتے ہیں مگر اللہ کے نام کی ہو گی مثلاً اَے اللہ آپنے اگر مجھے امتحان میں کامیاب کر دیا تو میں دس نفل پڑھوں گا، اَے اللہ اگر میری بیٹی کی شادی ہو جائے تو میں دس روزے رکھوں گا اس کو نذر و منت کہتے ہیں تعلیم کا مسئلہ تربیت کا مسئلہ شادی کا مسئلہ معاشرت کا مسئلہ معاملہ کا مسئلہ کام کے بننے کا مسئلہ امتحان میں کامیابی کا مسئلہ ہے نامختلف قسم کے حالات بیماریوں کے دور ہونے کا مسئلہ آپ جس مسئلے میں چاہیں نذر و منت مان لیں چاہے صدقہ خیرات کے بارے میں نذر مان لیں نفل کے پڑھنے کے بارے میں روزہ رکھنے کے بارے میں آپ نذر مان سکتے ہیں اے اللہ میں نذر مان رہا ہوں آپ میرا یہ کام کرا دیجئے میں محتاج و ضرورت مند ہوں مگر اللہ کے علاوہ کسی سے نذر نہیں مان سکتے، اور دعاء بھی صرف اللہ سے مانگی جا سکتی ہے سارے انبیاء نے بھی اللہ ہی سے مانگا تو ہم کو کسی اور کے پاس جھانکنے کی کیا ضرورت ہے حضرت آدمؑ نے بھی اللہ سے مانگا ہے اور اللہ کے نبی ﷺ نے بھی ر بنا اٰتنا فی الد نیا فرمایا تو کس سے مانگا؟ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے بات چھوٹی سی رہتی ہے اس کو بڑا مسئلہ بنا دیتے ہیں حضرت آدمؑ نے ر بنا ظلمنا کہکر اللہ سے مانگا اور اللہ کے نبی حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ نے ر بنا أتنا فی الد نیا کہکر اللہ سے مانگا اس لئے میرے دوستو برا نہیں ماننا بات بالکل سادہ اور چھوٹی سی ہے بہت سادہ سی بات ہے اللہ کے گھر کے سوا کسی اور گھر کا طواف نہیں کسی مسجد کا بھی طواف نہیں کر سکتے وہی بیت اللہ جو مکۂ مکرمہ کی سرزمین پر خانۂ کعبہ کی صورت میں ہے صرف اس کعبہ کا طواف ہے کسی اور گھر کا نہیں تو پھر اور جگہوں پر طواف کا کیا ہے مسئلہ اس سے بڑھ کر اور کیا آپ کے

سامنے بات طشت از بام یا واشگاف کی جاسکتی ہے سید الانبیاء آقائے نامدار تاجدار مدینہ گنبد خضریٰ کے مکیں جالئی مبارک میں آرام کرنے والے حضور سراپانور ﷺ کی مسجد اور روضہ کا بھی طواف نہیں ہے تو کسی اور جگہ کے طواف کا قصہ کیا ہے، چہ نسبت خاک رب عالم پاک۔ مسائل بہت آسان ہیں مگر سوچ بوجھ چاہیے تھوڑا سا شعور چاہیے اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی کرم سے خصوصی فکر اور عمل نصیب فرمائے۔

آمین-- و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین